الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ — ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

اللہ عرش پر ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوتِ وتر میں درج ذیل دعا باسند صحیح ثابت ہے:

"اللّٰھُمَّ اھْدِنِيْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ، وَعَافِنِيْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ، وَبَارِکْ لِيْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ ، فَإِنَّکَ تَقْضِيْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ، إِنَّهُ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ، تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ"

اے میرے اللہ! مجھے ان لوگوں میں (شامل کرکے) ہدایت دے جنہیں تو نے ہدایت دی، اور مجھے ان لوگوں میں عافیت عطا کر جنہیں تو نے عافیت میں رکھا، اور جن لوگوں سے تو نے دوستی کی مجھے ان میں اپنا دوست بنا، تو نے مجھے جو دیا ہے اس میں برکت دے، اور تو نے تقدیر میں جو شر (ونقصان) لکھ رکھا ہے مجھے اس سے بچا لے، بے شک تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، جسے تو ذلیل کرے اسے عزت دینے والا کوئی نہیں، اے ہمارے رب تو برکتوں والا اور بلندی (علو) والا ہے۔(۱)

(احمد ۱/۱۹۹ ح ۱۷۱۸ وسندہ صحیح، والموسوعۃ الحدیثیۃ ۳/۲۴۵، وصحہ ابن خزیمہ: ۱۰۹۵ وابن الجارود: ۲۷۲، ورواہ ابو داود: ۱۴۲۵ من طریق آخر وحسنہ الترمذي: ۴۶۴)

"و تعالیت" (اور تو بلندی/علو والا ہے) کی تشریح کرتے ہوئے سعودی عرب کے جلیل القدر فقیہ شیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث " وتعالیت" سے مراد تعالي (بہت بلند ہونا) اور علو ہے۔

بلند ہونے میں مبالغہ ثابت کرنے کے لیے "ت" کا اضافہ کیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بلند ہونا دو قسموں پر منقسم ہے: ۱: علو ذات ۲: علو صفت

علو ذات کا معنی یہ ہے کہ اللہ بذات خود ہر چیز سے بلند ہے اور علو صفت کا معنی یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بلندی والی

....

(۱) تنبیہ: اس حدیث کا ایک راوی یونس بن ابی اسحاق تدلیس سے بری ہے دیکھئے میری کتاب "الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین" (۲/۶۶) والحمد للہ

تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے۔ پہلی قسم (علو ذات) کا جہمی حلولیوں اور ان کے پیروکاروں نے انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مکان میں ہے۔(۱)

صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کرنے والے غالی قسم کے فرقے معطلہ نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کا انکار کر دیا ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو جہان کے اوپر ہے اور نہ نیچے ہے، نہ دائیں ہے اور نہ بائیں ہے۔ نہ آگے ہے اور نہ پیچھے ہے، نہ متصل ہے اور نہ منفصل (جدا) ہے''

ماتریدیوں کے نزدیک اللہ نہ تو عالم (جہان) میں ہے اور نہ اس سے خارج ہے۔ نہ اس سے متصل ہے اور نہ منفصل ہے، دیکھئے کتاب التوحید للماتریدی ص ۱۰۷ والماتریدیہ للشیخ السّلفی المجاہد شمس الدین الأفغانی رحمہ اللہ ج ا ص ۵۱۳

یعنی (ان لوگوں کے نزدیک) وہ معدومِ محض (جس کی کوئی ذات نہ ہو) ہے۔ اس لیے (سلطان) محمود بن سبکتگین رحمہ اللہ نے اس شخص پر انکار کرتے ہوئے کہا تھا، جو کہ اللہ کو ان الفاظ کے ساتھ موصوف سمجھتا تھا۔ ''یہ تو معدوم کی صفت ہے'' انہوں نے سچ فرمایا کہ یہ معدوم کی صفت ہی ہے۔

اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے۔ وہ اس عقیدے پر پانچ دلیلیں رکھتے ہیں:۔ ۱: قرآن ۲: سنت ۳: اجماع ۴: عقل ۵: فطرت

اللہ کے بلند ہونے کے اثبات میں قرآن میں ہر قسم کی دلیلیں موجود ہیں۔ بعض آیات میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کر جو اعلیٰ ہے۔(اعلیٰ: ۱) علو کا لفظ موجود ہے۔ اور بعض آیات میں ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ اور وہ زبردست ہے، اپنے بندوں کے اوپر ہے۔(سورۃ الانعام: ۱۸) فوقیت (بلندی) کا لفظ موجود ہے۔ اور بعض آیات میں اللہ کی طرف اشیاء کا چڑھنا اور بلند ہونا مذکور ہے مثلاً ﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ فرشتے اور روح اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔(سورۃ المعارج: ۴) اور اسی طرح اللہ کا فرمان ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ اور پاک کلمے اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں (سورۃ فاطر: ۱۰) اس کی دلیل ہے۔ بعض آیات میں اللہ کے پاس سے اشیاء کا نزول مذکور ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ﴾ اور وہ امور کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے (سورۃ السجدۃ: ۵)

سنت (احادیث) میں حدیث کی تینوں قسموں: قول، فعل اور تقریر میں یہ عقیدہ آیا ہے۔

....

(۱) ۱: مفتی محمود حسن گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں: ''خدا ہر جگہ موجود ہے'' (ملفوظات فقیہ الامت ج ۲ ص ۱۴)

اپنے اس باطل عقیدے پر مفتی مذکور نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''ابن جوزی سے کسی نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو فرمایا کہ ہر جگہ موجود ہے'' (ایضاً ص ۱۴)

اس کذب وافتراء کے سراسر برعکس حافظ ابن الجوزی نے جہمیہ کے فرقہ ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''والملتزمة جعلوا الباري سبحانه وتعالیٰ في كل مكان'' اور ملتزمہ نے باری سبحانہ وتعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔

(تلبيس إبليس ص ۳۰، أقسام أهل البدع)

قول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں میں " **سبحان ربی الاعلی** " پاک ہے میرا رب اعلی، پڑھتے تھے۔

فعل: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کے دن خطبہ دیا تو (صحابہ سے) پوچھا: سن لو کیا میں نے دین پہنچا دیا ہے؟ صحابہ نے گواہی دی: جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ، آپ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اوپر سے نیچے لاتے ہوئے لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۸/۱۴۷) یہ فعل کے ساتھ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا اثبات ہے۔

(سوال: اللہ کہاں ہے؟)

تقریر: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے پوچھا کہ: اللہ کہاں ہے؟ اس لونڈی نے کہا: آسمان پر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی کی تعریف کی (صحیح مسلم: ۵۳۷/۳۳) یہ تقریری حدیث ہے۔ اجماع کے سلسلے میں عرض ہے کہ تمام سلف صالحین، صحابہ، تابعین اور ائمہ دین کا اس پر اجماع ہے۔ اجماع کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی علو والے دلائل میں ظاہر سے مجاز کی طرف کلام پھیرنا مروی اور ثابت ہی نہیں ہے۔ ہماری کتاب یعنی الشرح الممتع) میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اجماع کے معلوم کرنے کا یہ طریقہ بہترین طریقہ ہے۔

اگر کوئی پوچھنے والا آپ سے پوچھے کہ:

یہ کون کہتا ہے کہ انہوں نے اجماع کیا ہے؟ کون کہتا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اللہ کو بذاتہ بلند سمجھتے تھے؟ اور کون کہتا ہے کہ عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ عقیدہ بیان کیا ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے یہ بات کہی ہے؟ اور کون کہتا ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) یہ عقیدہ رکھتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان (صحابہ وتابعین) سے علو والے دلائل کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ ان آیات واحادیث کا اثبات کرتے ہوئے انہیں ظاہر پر محمول کرتے تھے۔

عقل کے سلسلے میں عرض ہے کہ بلند (عالی) ہونا صفتِ کمال ہے اور اس کی ضد (بلند نہ ہونا) صفتِ نقص ہے اور اللہ تعالیٰ صفتِ نقص سے مبرہ (وبری) ہے۔ اور سلطنت کا تمام علو ہوتا ہے۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ بادشاہوں کے لیے بلند تخت بچھائے جاتے ہیں جن پر وہ بیٹھتے ہیں۔

فطرت کے سلسلے میں جتنا بیان کریں اتنا کم ہے۔ ایک بوڑھی عورت جو نہ تو پوری قرأت کے ساتھ قرآن جانتی ہے اور نہ اسے سنت کا (بخوبی) علم ہے، نہ اس نے سلف کی کتابیں مثلاً " فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ " پڑھا ہے، تاہم وہ جانتی ہے کہ اللہ آسمان پر ہے۔

تمام مسلمان جب اللہ سے دعا کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ کوئی مسلمان بھی زمین کی طرف ہاتھ اٹھا کر کبھی " **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی** " (اے اللہ میرے گناہ معاف کردے) کبھی نہیں کہتا۔ اس لئے ھمدانی نے

ابوالمعالی الجوینی پر انسانی فطرت سے دلیل پیش کی تھی۔ابوالمعالی الجوینی کا قول تھا کہ ''اللہ تھا اور اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں تھی اور وہ اللہ اب اسی پر ہے جس پر وہ تھا'' وہ اس طریقے سے عرش پر اللہ کے مستوی ہونے کا انکار کرتا تھا۔تو ابوجعفر الھمد انی رحمہ اللہ نے اس سے کہا: اے شیخ! عرش کے ذکر کو چھوڑو کیونکہ اللہ کا عرش پر مستوی ہونا سمعی دلیل (یعنی قرآن وحدیث) سے ثابت ہے۔اگر اللہ ہمیں اس کی خبر نہ دیتا تو ہم کبھی اس کا اثبات نہ کرتے۔اس فطرت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جو عارف (سمجھدار، اللہ کو پہچاننے والا) جب ''یا اللہ'' کہتا ہے تو اس کے دل میں اللہ کی بلندی کا خیال ہی آتا ہے؟ ابوالمعالی اپنے ہاتھ سے اپنا سر پیٹتے ہوئے کہنے لگا: ''اس نے مجھے حیران کر دیا، اس نے مجھے حیران کر دیا'' (دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۷۷) اس فطری دلیل پر وہ (امام الحرمین) کوئی جواب نہ دے سکا۔

(چیونٹی کی فطرت)

حتی کہ حیوانات بھی اسی فطرت پر ہیں، جیسا کہ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے قصے میں مروی ہے کہ جب وہ بارش مانگنے (استسقاء) کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی کمر کے بل لیٹی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے کہہ رہی ہے:

''اے اللہ ہم بھی تیری مخلوقات میں سے ہیں۔ہم تیرے رزق سے بے نیاز نہیں ہو سکتے'' سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''لوگو! واپس جاؤ، تمہارے علاوہ دوسرے یعنی (چیونٹی) کی دعا قبول ہوگئی ہے۔(سنن الدار قطنی ۲/ ۶۶ والحاکم فی المستدرک ۱/ ۳۲۵، ۳۲۶ وصححہ ووافقہ الذھبی) اس کی سند حسن ہے/ مترجم، وأخطأ من ضعفه

اس چیونٹی کی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی۔اس چیونٹی کو کس نے بتایا تھا کہ اللہ آسمان پر ہے؟ وہ اسی فطرت پر تھی جس پر اللہ نے اپنی مخلوقات پیدا کی ہیں، اسی فطرت نے اسے بتایا کہ اللہ آسمان پر ہے۔

تعجب ہے کہ ان واضح دلائل کے باوجود بصیرت کے اندھے بعض لوگ اللہ کے علو (بلند ہونے) کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ: ''ذات کے ساتھ اللہ کا بلند ہونا ممکن نہیں'' اگر کوئی انسان یہ کہے کہ ''بے شک اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر چیز سے بلند ہے'' تو وہ اسے کافر کہتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اس نے اللہ کی حد بیان کر دی ہے۔

جو شخص اللہ کو (اپنی ذات کے لحاظ سے) اوپر مانتا ہے کیا وہ اللہ کے محدود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے؟ کبھی نہیں، اللہ اوپر ہے، کسی نے اس کا احاطہ نہیں کیا۔اللہ کو محدود کہنے والا وہ شخص ہے جو یہ دعوی کرتا ہے کہ ''اللہ ہر مکان میں ہے۔اگر تو مسجد میں ہے تو اللہ مسجد میں ہے اور اگر تو بازار میں ہے تو اللہ بازار میں ہے'' والخ۔اہل سنت کہتے ہیں کہ: ''اللہ آسمان پر ہے، مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کا احاطہ نہیں کر سکتی'' یہ اعلیٰ درجے کی تنزیہ (اللہ کو ہر عیب سے پاک سمجھنا) ہے۔

علو صفت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ اور اعلیٰ مثال اللہ ہی کے لیے ہے۔(سورۃ النحل: ۶۰)

یعنی کامل ترین صفت اللہ ہی کے لیے ہے۔اور یہ سماعی دلیل ہے۔رہی عقل کی بات تو اس کا قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ رب تعالیٰ کی کامل و مکمل صفات ہونی چاہئیں۔(الشرح الممتع علی زاد المستقنع طبع دار ابن الجوزی ۱۴۲۳ھ ج ۳ ص ۵۳۲ تا ۳۶)

کیا اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذاتہ موجود ہے؟

سوال: ''سورۃ الحدید کی چوتھی آیت کی روشنی میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کیا صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو اس کی کیا دلیل ہے۔''؟ (عبدالمتین، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

الجواب: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿ **هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ** ﴾

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش (بریں) پر متمکن ہوگیا۔ وہ اسے بھی جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور (اسے بھی جانتا ہے) جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے، اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔ اور جو کچھ بھی تم کیا کرتے ہو اسے وہ دیکھتا ہوتا ہے۔'' (سورۃ الحدید:۴، الکتاب/ ڈاکٹر محمد عثمان ص ۳۲۴)

اس آیت کریمہ میں ﴿ **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** ؕ ﴾ کی تشریح میں قدیم مفسرِ قرآن، امام محمد بن جریر بن یزید الطبری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: ''**وهو شاهد عليكم أيها الناس أينما كنتم يعلمكم ويعلم أعمالكم و متقلبكم و مثواكم وهو على عرشه فوق سمٰواته السبع**'' اور اے لوگو! وہ (اللہ) تم پر گواہ ہے، تم جہاں بھی ہو وہ تمہیں جانتا ہے، وہ تمہارے اعمال، پھرنا اور ٹھکانا جانتا ہے اور وہ اپنے سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر ہے۔ (تفسیر طبری ج ۲۷ ص ۱۲۵)

اسی مفہوم کی ایک آیت کریمہ کے بارے میں مفسر ضحاک بن مزاحم الہلالی الخراسانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ: ''**هو فوق العرش وعلمه معهم أينما كانوا**'' وہ عرش پر ہے اور اس کا علم ان (لوگوں) کے ساتھ ہے چاہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ (تفسیر طبری ج ۲۸ ص ۱۰ و سندہ حسن)

امام مقرئ محقق محدث اثری ابو عمر احمد بن محمد بن عبداللہ الطلمنکی الاندلسی رحمہ اللہ (متوفی ۴۲۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

''اہل سنت مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ﴿ **وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ** ؕ ﴾ (الحدید:۴) وغیرہ آیات کا مطلب یہ ہے کہ ''**أن ذلك علمه و أن الله فوق السمٰوات بذاته، مستوٍ على عرشه كيف شاء**'' بے شک اس سے اللہ کا علم مراد ہے، اللہ اپنی ذات کے لحاظ سے آسمانوں پر، عرش پر مستوی ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔

(شرح حدیث النزول لابن تیمیہ ص ۱۴۴، ۱۴۵)

اس اجماع سے معلوم ہوا کہ بعض الناس کا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ تراشنا کہ ''اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے۔'' غلط اور باطل ہے اور اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مسئولہ آیتِ کریمہ میں ''یَعْلَمُ'' کا لفظ بھی صاف طور پر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں معیت سے علم وقدرت مراد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ہمارے استاد محترم شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کی کتاب ''توحید خالص'' (ص ۲۷۷)

حارث بن اسد المحاسبی رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ: ''وكذلك لا يجوز ...'' إلخ اور اسی طرح یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ۔۔۔اللہ زمین پر ہے۔ (فہم القرآن ومعانیہ، القسم الرابع، باب مالا یجوز فیہ النسخ)

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ: ''(جہمیہ کے فرقے) ملتزمہ نے باری تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔''

(تلبیس ابلیس ص ۳۰، راقم الحروف کی کتاب: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم ص ۱۹)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اور یوں کہنا جائز نہیں کہ وہ (اللہ) ہر مکان میں ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔'' (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۱۰۰) [نیز دیکھئے الحدیث: ۱۰ ص ۴۳۔۴۶]

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

سوال: ''کچھ حدیثیں ارسال کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر اسماء رجال کی نظر میں (تحقیق کریں کہ) یہ روایات کیسی ہیں؟

نمبر 1: حضرت اُم فضل فرماتی ہیں ایک روز میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں برس رہی تھیں۔ میں نے پوچھا: میرے ماں باپ قربان آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے بتایا کہ میری اُمت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ جبرائیل اس جگہ کی سُرخ مٹی بھی میرے پاس لائے جہاں اسے قتل کیا جائے گا۔ مشکوٰۃ، بیہقی فی دلائل النبوت۔

نمبر 2: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے۔ حسین میری نسلوں میں سے ایک نسل ہے۔ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۵۹'' (فضل حسین۔ قلعہ دیدار سنگھ)

الجواب:

1 ام الفضل بن الحارث k سے منسوب روایت دلائل النبوۃ للبیہقی (۶/۴۶۹) میں بحوالہ محمد بن مصعب: حدثنا الاوزاعی عن شداد بن عبداللہ کی سند سے مذکور ہے۔ اس کی سند محمد بن مصعب کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح: ۶۱۷۱)

محمد بن مصعب بن صدقہ القرقسانی پر جمہور محدثین نے جرح کر رکھی ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: محمد بن مصعب القرقسانی کی اوزاعی سے حدیث مقارب (یعنی صحت وتحسین کے قریب) ہوتی ہے۔ (مسائل ابی داود: ۳۲۸ بحوالہ موسوعۃ اقوال الامام احمد ۳/۳۱۷، ۳۱۸، تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۷۷ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں ابوزرعہ الرازی نے کہا: ''محمد بن مصعب يخطئ كثيراً عن الأوزاعي وغيره'' محمد بن مصعب اوزاعی وغیرہ سے بہت غلطیاں کرتا ہے (کتاب الضعفاء لابی زرعۃ الرازی ج ۲ ص ۴۰۰)